غزل

کمر خمیدہ، بدن خستہ و نزار ہوا
بشر تھا، بار امانت اُٹھا کے خوار ہوا!

ترا حوالہ . ہمیں وجہِ اعتبار ہوا
ہمارے ربطِ خلائق کا تو مدار ہوا

یہ اب کھلا کہ غنیمت تھی بے نوائی بھی
سوال اُسی سے ہوا جس کو اختیار ہوا

بسا کے دل میں تجھے ہم جہاں کہیں بھی گئے
وہی جگہ، وہی قریہ، ترا دیار ہوا

سمند، شوق کا اگلا قدم کہاں ہو گا
کہ جادۂ سرِامکاں جسے غبار ہوا

پکارتا تھا سرا پردۂ ازل سے کوئی
یہ وہم ہم کو ہوا اور بار بار ہوا

عجیب رسم چلی اب کے شہر میں عابد
جو سر بلند ہوا مستحق دار ہوا

○

پروفیسر عابد صدیق (بہاولپور)